قرآن حکیم اور عصرِ حاضر کے علمی، فکری اور عملی تقاضے

خطاب : ڈاکٹر اسرار احمد

(گزشتہ سے پیوستہ)

محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا یہ فکر انگیز خطاب، جس کا نصف اول "حکمت قرآن" کے گزشتہ شمارے میں شائع ہو چکا ہے، راولپنڈی سے ہمارے ایک کرم فرما جناب لطیف امتیاز صاحب نے کیسٹ کی ریل سے صفحہ قرطاس پر منتقل کر کے ہمیں بغرضِ اشاعت ارسال کیا تھا۔ اس خطاب کی ایڈیٹنگ اور ترتیب میں ہمارے رفیق کار فرقان دانش صاحب کی کاوش کو بھی خصوصی دخل حاصل ہے۔ ابتداءً ہم یہ معلوم کرنے سے قاصر رہے کہ یہ خطاب محترم ڈاکٹر صاحب نے کب اور کہاں ارشاد فرمایا تھا۔ تاہم تحقیق و جستجو کے بعد اس امر کا سراغ لگانے میں بحمد اللہ ہمیں کامیابی ہوئی ہے۔ محترم ڈاکٹر صاحب کا یہ خطاب ۲۰ جنوری ۹۲ء کا ہے، جب آپ متحدہ عرب امارات کے دورے پر تشریف لے گئے تھے۔ وہاں دوبئی کے ہلٹن ہوٹل میں احباب کی ایک خصوصی تقریب میں محترم ڈاکٹر صاحب کا یہ خطاب ہوا جو اپنے موضوع کے اعتبار سے بلاشبہ غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔ (ادارہ)

انسانی علم سائنس اور ٹیکنالوجی یا فلسفہ اور عمرانی علوم پر مشتمل ہے۔ علم کا دوسرا حصّہ وحی کے ذریعے حاصل ہوا۔ علم وحی میں ایک حصّہ وہی ہے جو دراصل فلسفہ کا موضوع ہے۔ دراصل انسانی علم نے بھی ان حقائق کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے جن کو وحی نے ایمان کا نام دیا ہے۔ علم وحی کا دوسرا حصّہ احکامات پر مشتمل ہے۔ بعض احکام وہ ہیں جن کا تعلق ہماری سماجی زندگی سے ہے۔ بعض احکام وہ ہیں کہ جن کا تعلق ہماری

© rasailojaraid.com

خاندانی زندگی سے ہے۔ مثلاً نکاح' طلاق' رضاعت' عدت وغیرہ کے سارے احکام سماجی و خاندانی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ بعض احکام کا تعلق معاشی زندگی سے ہے' مثلاً آمدنی کے ناجائز ذرائع' جیسے سود' جوا اور رشوت وغیرہ حرام ہیں۔ یہ چیزیں معاشیات سے متعلق ہیں۔ بعض احکام کا تعلق ہماری سیاسی زندگی سے ہے' مثلاً حکم دیا گیا ہے اَمْرُھُمْ شُوْرٰی بَیْنَھُمْ کہ اپنے معاملات باہمی مشاورت سے طے کرو۔ جہاں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم موجود ہے وہاں سرِ تسلیم خم کر دیا جائے' لیکن جہاں اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہیں ہے وہاں مسلمان مشاورتِ باہمی سے معاملہ طے کریں۔ گویا کسی ایک شخص کو اپنی مرضی مسلط کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔

نوعِ انسانی کا اصل المیہ

یہ دو چیزیں یعنی سائنس اور ٹیکنالوجی ہمیں انسانی علم سے ملی ہیں اور یہ دو چیزیں یعنی ایمان اور احکام ہمیں وحی سے ملے ہیں۔ آج کا سب سے بڑا مسئلہ کیا ہے؟ دیکھئے! میں ایک بات ایسی کہہ رہا ہوں جو بہت سے حضرات کے لئے شاید نئی ہو۔ آج نوعِ انسانی کا اصل المیہ یہ ہے کہ انسان نے ایک علم سے اپنی آنکھ بند کر لی ہے اور کلیتاً انحصار صرف انسانی علم پر ہے۔ مغرب میں انسانی علم بڑھتا چلا جا رہا ہے اور اس کے اور علمِ وحی کے مابین ایک بہت بڑا Gap پیدا ہو گیا ہے۔ ایک علم ترقی کرتے ہوئے وہاں تک پہنچ گیا کہ ؏ "عروجِ آدمِ خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں" کی سی صورتحال پیدا ہو گئی ہے۔ لیکن دوسرے علم سے انسان نے اپنے آپ کو منقطع کر لیا۔ یعنی کتاب ہدایت کی طرف سے آنکھیں بند ہیں۔ وہ تو ہم نام کے مسلمانوں کا بھی قرآن سے تعلق صرف یہ ہے کہ بغیر سمجھے فوت شدگان کو ثواب پہنچا دو' قرآن خوانی کی محفلیں منعقد کر لو۔ آج کے مسلمان کو قرآن سے بس اتنا سروکار رہ گیا ہے۔ غیر مسلموں کا تو پوچھنا کیا۔ ان کی تو علمِ وحی والی آنکھ بالکل بند ہے۔

یہ ہے درحقیقت سب سے بڑا المیہ اور اسی کا نام قرآن و حدیث کی اصطلاح میں "دجالیت" ہے' جسے فتنہ دجال کہا گیا ہے' دجال جس کی ایک آنکھ ہو گی۔ یہی آج کے علم کا حال ہے۔ کیوں؟ اللہ نے دو آنکھیں انسان کو عطا کی تھیں۔ ایک طرف حضرت آدمؑ کو علم الاسماء دیا جو خلافت کی بنیاد ہے' دوسری طرف علم الوحی دیا۔ لیکن ہم نے ایک آنکھ کو

© rasailojaraid.com

بند کر لیا' حالانکہ دونوں چیزیں اگر ساتھ کے ساتھ چل رہی ہوں تو یہ جو سائنٹیفک ترقی ہے یہ ہرگز انسان کے لئے مضر نہیں ہے' یہ تو بلکہ اُس خلافت کا ظہور ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ﴾ خود اللہ نے یہ سب کچھ تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ پھر یہ ساری ترقی اور سارا علم غلط کیوں ہو گیا؟ بات سمجھ لیجئے۔ یہ علم غلط نہیں ہے۔ یہ علم وہ ہے جس کا ذکر قرآن کر رہا ہے۔ یہ علم الاسماء ہی کا ظہور ہے' اسی کی تشریح ہے' اسی کی توسیع ہے۔ لیکن یہ خراب اس لئے ہو گیا کہ دوسرا علمِ ہدایت اس کے ساتھ آنا چاہئے تھا' دوسری آنکھ کھلی رہنی چاہئے تھی' لیکن وہ بند ہو چکی' اس سے انسان نے پیٹھ موڑ لی ہے۔ اس کے بارے میں حدیث میں دو الفاظ استعمال ہوئے ہیں' ایک ہے فتنۂ دجال اور ایک ہے دجالِ اکبر۔ دجل کہتے ہیں فریب کو' یعنی کسی شے کی اصل حقیقت کے اوپر کوئی ملمع کر دیا جائے۔ تانبے کے اوپر چاندی کا یا سونے کا ملمع دجل ہے۔ درحقیقت یہ ساری تہذیب دجالی اس لئے بن گئی کہ مادے کی اس ترقی نے نگاہوں کو اتنا چکاچوند کر دیا کہ اصل حقائق کی طرف سے ذہول ہو گیا۔ اس دنیا کی ترقی اس درجہ مرعوب کن ہو گئی کہ اب آخرت کا دھیان کسی کو نہیں۔ کائنات کے مطالعہ میں انسان اس طرح گم ہو کر رہ گیا ہے کہ اب اللہ کی ذات کی طرف کوئی توجہ نہیں رہی۔ گویا کہ انسان کی توجہ اللہ کی بجائے صرف کائنات پر' حیاتِ اخروی کی بجائے حیاتِ دنیوی پر اور رُوح کی بجائے صرف مادی وجود پر مرکوز ہو کر رہ گئی ہے۔ آج اپنے جسم کی ہمیں بڑی فکر ہے۔ ذرا سی کہیں derangement ہو جائے' کہیں ذرا سی کوئی بیماری لاحق ہو جائے تو کتنے پریشان ہو جاتے ہیں' بائی پاس کرانے کے لئے امریکہ پہنچ جاتے ہیں' لیکن روح کی کسی کو فکر نہیں ہے کہ اسے بھی کوئی بیماری لاحق ہوتی ہے' اس میں بھی کوئی عوارض ہیں' اس میں بھی کوئی روگ ہیں۔ قرآن آیا تھا دلوں کے امراض کے علاج کے لئے۔ قرآن کہتا ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ﴾ "لوگو! تمہارے پاس آ گئی ہے تمہارے رب کی طرف سے نصیحت اور جو تمہارے سینوں کے اندر روگ ہیں ان کا علاج' ان کی دوا' ان کا مداوا ہے" لیکن اس کی طرف کوئی توجہ نہیں۔ یہ ہے درحقیقت آج کے جدید انسان (Modern Man) کا اصل المیہ۔

© rasailojaraid
© rasailojaraid
© rasailojaraid

دجالی فتنہ کی علامات حدیث میں آئی ہیں کہ ویران صحرا ہو گا اور دجال حکم دے گا کہ یہاں فصلیں اگنی چاہئیں تو فصلیں اگیں گی۔ آپ کو ابوظہبی میں بھی اس دجالیت کے مظاہر نظر آئیں گے۔ اسرائیل میں دیکھ لیجئے' صحرا آپ کو لہلہاتی فصلیں دے رہے ہیں۔ اسی طرح عرب کی سرزمین جو "وَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ" کہلاتی تھی' جہاں کبھی کوئی پیداوار نہیں تھی' وہاں سبزیاں اگائی جارہی ہیں۔ احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ اس دجال کی سواری ایسی ہوگی جس کا ایک قدم اگر مدینہ میں ہو گا تو دوسرا قدم بیت المقدس میں ہو گا۔ یہ بھی میں سمجھتا ہوں کہ حضور ﷺ نے اُس وقت کے لوگوں کے ذہنی تصورات کے اعتبار سے مثال دی' ورنہ آج تو ہوائی جہاز بغیر زمین پر قدم رکھے زمین کے گرد چکر لگا رہا ہے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی سواری یا گدھے کے کانوں کے درمیان چالیس ہاتھ کا فاصلہ ہو گا۔ جہاز کے ریڈاروں کا اندازہ کیجئے کہ ان کے مابین کتنا فاصلہ ہوتا ہے۔ اسی طرح فرمایا کہ دجال انسان کو قتل کرے گا' اسے دو حصوں میں تقسیم کر دے گا' پھر اسے سی دے گا اور وہ جیتا جاگتا انسان بن جائے گا۔ آج سرجری یہاں پہنچ چکی ہے کہ یہ سب کر سکتی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ ساری چیزیں درحقیقت اسی علم الاسماء کا ظہور اور اسی کی Exfoliation ہے' لیکن اس میں جو دجالیت پیدا ہوئی ہے وہ فی نفسہٖ نہیں ہے' بلکہ یہ ترقی اللہ کو مطلوب تھی۔ ابھی میں نے سورۃ الجاثیہ کی آیت بیان کی ہے: ﴿ سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ ﴾ "اس نے مسخر کر دیا ہے تمہارے لئے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب"۔ چنانچہ انسان چاند پر اترا ہے اور ہو سکتا ہے کہ مریخ پر بھی جا اترے۔ لیکن یہ سارا معاملہ درحقیقت دجالیت اس لئے بنا کہ ان دو علموں کو علیحدہ علیحدہ کر دیا گیا۔ بلکہ یہ کہ ایک علم کی طرف سے آنکھ بند کر لی گئی۔ آج اس کا حل کیا ہو گا؟ آج اس دجالیت کا خاتمہ کیسے ہو گا؟ آج انسان کے اس مسئلہ کا سب سے بڑا حل یہ ہے کہ ان دو علموں کے درمیان یہ جو خلیج حائل ہو گئی ہے اس کو پاٹا جائے' اس کو bridge کیا جائے' ان میں ایک وحدت پیدا کی جائے اور اس فصل و بعد کو ختم کیا جائے' کیونکہ بقول اقبال ؎

ہوئی دین و دنیا میں جس دم جدائی
ہوس کی وزیری' ہوس کی امیری

© rasailojaraid

یہ سب کچھ جو ہو رہا ہے اس لئے ہے کہ ان دونوں علوم کے درمیان Gap ہے۔ یہ بالکل ایک دوسرے سے جدا کر دیئے گئے ہیں ؎

زمانہ ایک' حیات ایک' کائنات بھی ایک
دلیلِ کم نظری قصۂ قدیم و جدید

وہ علم یقیناً قدیم ہے' لیکن در حقیقت اس علم کے حصول کا ذریعہ مختلف ہے' اس کے بغیر انسان کا گزارا نہیں ہے۔ اس کے بغیر وہی ہو گا کہ ساری انسانی ترقی ہلاکت و بربادی پر جا کر ختم ہو گی۔ اب یہ خوفناک ایٹمی ہتھیار' جن کو یہ آج تباہ کرنے کے درپے ہیں' ارب ہا ارب ڈالر خرچ ہوئے ہوں گے تب یہ سب ہتھیار بنے ہوں گے۔ ان پر جو کچھ خرچ ہوا ہو گا یہ نوعِ انسانی کی بہبود پر خرچ ہو سکتا تھا۔ یہ امریکہ کے باپ کی جاگیر نہیں تھی' انہوں نے تیسری دنیا کا خون چوسا ہے' ان کو اپنے شکنجے میں لے کر ان کی ساری پیداوار سے یہ ہتھیار بنائے ہیں' ورنہ امریکہ کے پاس تھا کیا۔ صورت حال سب کو معلوم ہے۔ در حقیقت پوری دنیا سے جو خون چوسا جا رہا تھا اس نے ہتھیاروں کی شکل اختیار کی۔ سائنٹیفک ترقی جو استعمال ہونا چاہئے تھی انسانوں کی بھلائی کے لئے' اسے انسانوں کے استحصال (Exploitation) کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے۔ ہمارے ہاں حنیف رامے صاحب نے ایک دفعہ بڑی پیاری بات کہی تھی کہ پورے حیدر آباد ڈویژن میں جتنی کاٹن ہوتی ہے ایک سال کی پوری کاٹن کی کمائی دے کر ہم ایک F-16 لے کر بغلیں بجاتے ہوئے آ جاتے ہیں کہ ہمیں بڑی کامیابی حاصل ہو گئی ہے۔ گویا کہ ہماری خارجہ پالیسی کا یہ ایک بہت بڑا مظہر ہے کہ ہم F-16 لے آئے' اور اس F-16 کا ایک سپیئر پارٹ فراہم نہ ہو تو وہ Junk ہے' کباڑ خانے میں جانے والی شے ہے۔ یہ ہے وہ استحصال کہ دنیا کی پوری production اپنے شکنجے میں لے کر اس کا خون چوسا گیا اور یہ ہتھیار بنائے گئے' دونوں سپر پاورز نے بنائے' اور اب ان کی بربادی اور ختم کرنے کا معاملہ دردِ سر بنا ہوا ہے۔ یہ ساری دجالیت اس وجہ سے ہے کہ اُس علم ہدایت کو پیٹھ دکھا دی گئی۔

اس پس منظر کو ذہن میں رکھئے کہ یہ علوم ہم نے انہیں پہنچائے ہیں۔ ہمیں بھی دوسروں سے ملے تھے۔ علم کا تسلسل آدم علیہ السلام سے چلا آ رہا ہے اور یہ سلسلہ یونہی آگے بڑھتا رہے گا۔ اس میں یونانیوں نے اپنا حصہ ادا کیا' ہندوؤں نے اپنا حصہ ادا کیا' چینیوں

© rasailojaraid.com

نے اپنا حصّہ ادا کیا' پھر مسلمانوں کی تہذیب آئی' انہوں نے سب سے لیا' پھر اسے مزید develop کیا اور پھر یورپ کو سونپ کر غافل ہو کر سو گئے۔ وہاں یہ سائنسی علوم قرطبہ اور غرناطہ کی یونیورسٹیوں سے گئے تھے۔ یورپ میں جو احیائے علوم (Renaissance) اور اصلاحِ مذہب (Reformation) کی تحریکیں چلیں' یہ سارا مسلمانوں کے زیر اثر ہوا۔ اب انہوں نے ان علوم کو مزید آگے بڑھایا۔ لیکن بدقسمتی سے یورپ میں جب یہ علم ان کے ہاں گیا اُس وقت جو مذہبی نظام وہاں رائج تھا وہ نہایت جابرانہ' استبدادی اور علم دشمن تھا۔ سائنس پڑھنا جرم تھا۔ فلسفہ کی کتاب کسی کے ہاں دریافت ہو جاتی تو اسے آگ میں زندہ جلا دیا جاتا۔ پاپائیت کے نظام میں جبر اور علم دشمنی کی یہ انتہا تھی۔ وہاں کے لوگ دو شکنجوں کے اندر کسے ہوئے تھے۔ ایک طرف بادشاہ "Divine Rights of the King" کے دعوے کے ساتھ موجود تھا تو دوسری طرف پوپ اور اس کے نائبین "Defenders of the Faith" بن کر نذرانوں کی شکل میں لوگوں کا خون چوس رہے تھے۔ "مانگنے والا گدا ہے صدقہ مانگے یا خراج"۔ بادشاہوں نے خراج کی شکل میں انسان کا جینا دوبھر کیا ہوا تھا۔ چنانچہ ان کی علم' فلسفہ اور سائنس دشمنی کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب وہ ڈھکن اٹھا ہے تو پھر لوگوں میں مذہب سے نفرت اس درجے پیدا ہوئی کہ یہ اس تہذیب کی بنیاد اور اس کی جڑوں کے اندر پیوست ہو گئی۔ یہ ہے اس دجالی تہذیب کا تاریخی پس منظر جو مذہب کی ایک غلط صورت کے خلاف ردعمل ہے' جس نے انسان کو آسمانی ہدایت سے یکسر محروم کر دیا' اور انسان نے علم ہدایت سے تو منہ موڑ لیا' آنکھیں بند کر لیں' لیکن دوسرا علم بڑھتا چلا گیا اور آج اس نے وہاں تک عروج اختیار کر لیا ہے کہ وہ دجالی فتنہ اپنی تمام علامات کے ساتھ' جن کی خبر حضور ﷺ نے دی تھی' ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔

حاملینِ قرآن کی ذمّہ داری

اب کرنے کا اصل کام یہ ہے کہ ہم اس خلا کو پُر کریں۔ اس کے لئے سب سے پہلے ہمیں یہ شعور ہونا چاہیئے کہ ہم کون ہیں اور ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں؟ ؎ اپنی خودی پہچان! او غافل مسلمان!! ہم تو دراصل اس آخری اور کامل ہدایت کے امین ہیں اور ہمارے ذمہ ہے اس کو دوسروں تک پہنچانا' اس کو سامنے لانا' اس ہدایت کا عملی نمونہ

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

پیش کرنا۔ اس کام کے سب سے بڑھ کر ذمہ دار ہم تھے، لیکن ہم نے اس کام سے پہلو تہی کی۔ یہی وجہ ہے کہ ہم پر عذابِ الٰہی کے کوڑے پڑنے شروع ہو چکے ہیں۔ چنانچہ جو کچھ سپین میں ہوا کس کو یاد نہیں، جبکہ عربوں کا خاتمہ ہوا۔ اس قسم کی ہماری تمام سزاؤں کا سبب ہمارا ایک وہ جرم ہے کہ ہم نے اس سائنسی علم کا دروازہ اپنے اوپر بند کیا، اپنے تصورات کو محدود کیا، دین کو مذہب بنایا، علم کو صرف علمِ دین کی حد تک محدود کیا، دوسرے علم کو گویا ہم نے سیکولر علم قرار دے کر اپنے دینی تصورات سے خارج کر دیا۔ اس سے بڑا ہمارا دوسرا جرم یہ تھا کہ جس آسمانی ہدایت کے ہم دوسروں تک پہنچانے کے ذمہ دار تھے نہ صرف یہ کہ ہم نے اسے دوسروں تک نہیں پہنچایا بلکہ ہم نے اس کو خود پیٹھ دکھائی، خود اس کو اپنا امام نہیں بنایا، خود اس کو اپنا رہنما نہیں بنایا اور دوسروں تک پہنچانے کا تو کوئی سوال ہی نہیں ہے۔

© rasailojaraid.co

اگر میری یہ تشخیص درست ہے، تو پھر اس کا حل کیا ہے۔ پہلے تو یہ کہ ہم اپنی ذمہ داری کو پہچانیں۔ ظاہر ہے کہ جس کا جتنا بڑا رتبہ ہے اس کی اتنی ہی بڑی ذمہ داری ہے۔ اگر وہ پہلو تہی کرے تو اتنی ہی سخت سزا کا مستوجب ہوتا ہے۔ اگر کم تر درجہ کی ذمہ داری ہے اور کوتاہی ہو گئی ہے تو کم تر درجہ کی سزا کفایت کر جائے گی۔ لیکن جن کا رتبہ بڑا ہے ان کے لئے سزا بھی بڑی ہو گی ع جن کے رتبے ہیں سوا ان کی سوا مشکل ہے!

ہم اس آسمانی ہدایت (Divine Message) کے Custodian ہیں، ہم رحمۃ للعالمین ﷺ کی رحمۃ للعالمینی کے امین ہیں، لٰہذا پہلا کام تو ہمارے سامنے یہ ہے کہ اس علم کو دوبارہ مسلمان کیا جائے جسے Islamization of Knowledge کہا جا سکتا ہے۔ اقبال نے بڑی پیاری بات کہی تھی ؂

عشق کی تیغِ جگر دار اڑا لی کس نے
علم کے ہاتھ میں خالی ہے نیام اے ساقی!

عشق سے مراد یہاں ایمان ہے۔ ایمان کی وہ تیغِ جگردار اس نیام میں سے نکال لی گئی ہے۔ نیام خالی رہ گئی ہے۔ یہ پورا سائنسی علم اُس خالی نیام کی مانند ہے جس میں عشق کی تلوار اگر شامل کر دی جائے تو سارے مسائل کا حل ہو جائے گا۔ چنانچہ پہلا کرنے کا کام یہ ہے کہ وہ فلسفہ، وہ حکمت، وہ علم جو انسان نے اپنی سمجھ بوجھ کے ذریعہ سے حاصل کیا اُس کا

© rasailojaraid.co

صحیح ربط و تعلق قائم کیا جائے اُس علم سے جو وحی کے ذریعہ انسان تک پہنچا۔ گویا ضرورت ان دونوں علوم کو آپس میں reconcile کرنے اور ان کے فصل وبُعد کو دُور کرنے کی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ان دونوں علوم میں کوئی بعد ہے ہی نہیں۔ مورس بکائی نے "بائبل' قرآن اور سائنس" کے نام سے پوری کتاب لکھ دی اور ثابت کیا کہ آج تک سائنس کے کسی بھی شعبہ میں کوئی ایسی دریافت نہیں ہوئی ہے جس نے قرآن مجید کی بیان کردہ کسی شے کو غلط ثابت کیا ہو۔ یہ قرآن کا بہت بڑا معجزہ ہے۔

قرآن کے اعجاز کا حضور ﷺ کے زمانے میں سب سے بڑا مظہر یہ تھا کہ عربوں کے ہاں بڑے بڑے فصیح و بلیغ خطیب و شاعر موجود تھے' قرآن نے چیلنج دیا' جو آج تک قائم ہے' کہ اس قرآن جیسا کلام بنا کر لے آؤ' اگر تمہارا خیال ہے کہ یہ اللہ کا کلام نہیں' محمد ﷺ کا اپنا خود ساختہ کلام ہے تو تم بھی بنا کر لے آؤ ﴿ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ﴾ لیکن اس چیلنج کے جواب میں کوئی جھوٹ موٹ بھی سامنے نہیں آیا کہ آ کر دعویٰ کرتا کہ یہ کلام قرآن جیسا ہے۔ اسی طرح آج کا سب سے بڑا معجزہ یہ ہے کہ قرآن مجید نے چودہ سو برس قبل ایسے حقائق بیان کئے جو آج اس سائنسی دور میں آ کر ثابت ہوئے ہیں کہ وہ تمام حقائق بعینہٖ ایسے ہی ہیں جیسے قرآن پاک نے بیان کئے ہیں۔ آپ کے علم میں ہو گا کہ ٹورنٹو (کینیڈا) کی یونیورسٹی میں علم الجنین (Embriology) کا سب سے بڑا ماہر' جس کی علم الجنین سے متعلق ٹیکسٹ بک پوری دنیا میں رائج ہے' حیران رہ گیا کہ چودہ سو برس قبل جبکہ ابھی نہ تو مائیکروسکوپ کا کوئی وجود تھا اور نہ ہی لوگ dissection سے واقف تھے' Embriology کے stages کے بارے میں اس قدر درست معلومات پوری تفصیل سے بیان کی گئیں اور یہاں تک بتایا گیا کہ بچہ جو ہے وہ ماں کے پیٹ میں تین جھلیوں کے اندر' تین دیواروں کے اندر ﴿ فِیْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ﴾ پرورش پاتا ہے۔ اسی طرح یہ جو فزیالوجی (Physiology) اور اناٹومی (Anotomy) ہے ابھی اس کا علم بھی انسان کو نہیں تھا' پھر قرآن میں یہ حقائق کیسے آئے؟ اس لئے کہ قرآن کا دعویٰ ہے ﴿ سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ﴾ "ہم عنقریب انہیں دکھائیں گے اپنی نشانیاں آفاق میں بھی اور ان کے اپنے نفس میں بھی یہاں تک کہ یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ یہ قرآن حق ہے"۔ پہلے ہمیں ان حقائق کو سامنے لانا ہے۔ پھر یہ کہ قرآن کے

© rasailojaraid.co
© rasailojaraid.co

حکمت و فلسفہ اور ایمان کو دنیا کے سامنے پیش کرنا ہے' جس کو کبھی مولانا رومؒ نے کہا تھا ؎

چند خوانی حکمتِ یونانیاں
حکمتِ ایمانیاں راہم بخواں!

یعنی کب تک یونانیوں کی حکمت اور فلسفہ پڑھتے رہو گے' کبھی قرآن کا فلسفہ اور قرآن نے جو حکمت سکھائی ہے اسے بھی پڑھو۔ ایک علم Revealed Knowledge ہے' دوسرا Acquired Knowledge ہے' ان دونوں کے درمیان ربط قائم ہونا چاہئے جو علم کلام کا موضوع رہا ہے۔ آج ضرورت ہے کہ ایک نئے علمِ کلام کی بنیاد رکھی جائے۔ اس لئے کہ وہ قدیم علم کلام فلسفہ کے حوالہ سے تھا جس کی بنیاد منطق تھی۔ آج ایسے علمِ کلام کی ضرورت ہے کہ انسان نے جو سائنسی حقائق دریافت کئے ہیں ان کے ساتھ قرآن مجید اور احادیث کی تعلیمات کا صحیح ربط و تعلق قائم کرے۔ اس سے یہ خلا (Gap) ختم ہو گا اور انسانی علم کے اندر بجائے ثنویت کے ایک توحید کا رنگ پیدا ہو گا۔ ایک بڑی سادہ سی مثال میں آپ کو دے رہا ہوں' ایک بڑے نیک نوجوان تھے' انہوں نے ایم ایس سی (باٹنی) کیا تھا اور مذہب کے لئے بڑے جوش و خروش سے کام کرنے والے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا' آپ کا کیا خیال ہے ڈارون کے نظریہ کے بارے میں؟ کہنے لگے کفر ہے۔ میں نے کہا ٹھیک ہے وہ کفر تو ہے' لیکن آپ نے جو ایم ایس سی (باٹنی) کیا ہے مجھے تو اس حوالہ سے بتایئے کہ بیالوجی کی فیلڈ میں ڈارون کی تھیوری کے لئے جو دلائل دیئے گئے ہیں' اس کے لئے جو ثبوت دیئے گئے ہیں ان کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ تو یقین مانئے' ان کا جواب یہ تھا کہ وہ تو بہت وزن رکھتے ہیں۔ یہ ہے وہ منقسم شخصیت (Split Personality) کہ ایم ایس سی باٹنی میں جو کچھ پڑھا ہے اس کی رو سے وہ سمجھ رہے ہیں کہ ڈارون کا نظریہ ارتقاء ہے تو بڑا convincing لیکن ہے کفر۔ یعنی دماغ کے ایک گوشے میں عقیدہ کچھ ہے' جبکہ دوسرے گوشے میں قائل کسی دوسرے نظریئے سے ہیں۔ اس طرح کی منقسم شخصیت دنیا میں کوئی کام نہیں کر سکتی' بلکہ ایک مجتمع شخصیت (Composed Personality) جو ایک وحدتِ نظریہ کی قائل ہو وہی کوئی بڑا کام کر سکتی ہے' جس کو قرآن نے کہا ہے ﴿قُلْ ھٰذِہٖ سَبِیْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَی اللّٰہِ عَلٰی بَصِیْرَۃٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ﴾ اے نبی ﷺ کہہ دو' یہ میرا راستہ ہے' میں اللہ کی طرف بلا رہا ہوں'

© rasailojaraid.com

اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں نہیں مار رہا ہوں۔ نہ صرف مَیں بلکہ میرے ساتھی جو میرا اتباع کر رہے ہیں وہ بھی علیٰ وجہ البصیرت دونوں آنکھوں سے راستہ دیکھ کر چل رہے ہیں اور اس راستے کی طرف دوسروں کو بلا رہے ہیں۔

ہمارا پہلا مسئلہ تو یہ ہے' جو ہمارے لئے بہت بڑا چیلنج ہے کہ مسلّمہ سائنسی حقائق اور قرآنی علم میں مطابقت ثابت کی جائے۔ الحمد للہ اس ضمن میں اللہ نے ہم سے کام لیا ہے۔ چنانچہ "نظریۂ ارتقاء اور قرآن حکیم" پر میرے کیسٹ موجود ہیں۔ اسی طرح ہمیں اس فیلڈ میں مزید کام کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمارا دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ عمرانی علوم (Social Sciences) میں انسان نے جو سماجی ترقی کی اور جو سماجی' معاشی اور سیاسی ادارے (Institutions) قائم کئے ہیں' ان کا تجزیہ کر کے صحیح اور غلط کو الگ کیا جائے اور ان کا جو حصہ دین سے متصادم نہیں ہے اس سے استفادہ کیا جائے۔ اسی طرح ریاست کا تصور (Theory of State) ہے' ریاست کے مددگار شعبے (Organs) ہیں' جن میں انتظامیہ (Executive) عدلیہ (Judiciary) اور مقنّنہ (Legislature) ہے۔ ریاست کا چوتھا ستون شعبہ صحافت کو کہا جاتا ہے' لیکن تین بنیادی ہیں۔ چنانچہ نوع انسانی نے جیسے سائنٹیفک ترقی کی ہے اسی طرح عمرانی ترقی بھی کی ہے اور اس کے لئے انسان نے بڑی قربانیاں دی ہیں۔ ہم تو خلافت راشدہ کے خاتمہ کے بعد پھر ملوکیت کے دامن میں آ گئے تھے' کہ وہی بادشاہت اور وہی محلات۔ یہ تو یورپ والوں نے خون دیا ہے' جانیں دی ہیں' انہوں نے جدوجہد کی ہے' تب بادشاہوں کے شکنجوں سے اپنے آپ کو چھڑایا ہے۔ پھر یہ ادارے قائم کئے ہیں۔ لیکن ان اداروں کو یا تو ہم بالکل ایک مرعوب ذہنیت کے ساتھ جوں کا توں قبول کر رہے ہیں' یا کلی طور پر مسترد کر رہے ہیں' حالانکہ دونوں چیزیں غیر منطقی ہیں۔ درست طرز عمل یہ ہے کہ اس میں تجزیہ کرنا ہو گا' کیا صحیح ہے کیا غلط ہے۔ کیا چیز دین کے ساتھ موافق (Compatible) ہے کیا نہیں ہے۔ پھر اس کی بصیرت فراہم کرنا ہو گی کہ سود حرام ہے تو کیوں حرام ہے' اس کی قباحتیں کیا ہیں' یہ کس طور سے معاشرہ کے اندر عدم توازن پیدا کرتا ہے اور کس طریقہ سے ارتکازِ دولت پیدا کرتا ہے جس کے نتیجے میں فساد پیدا ہوتا ہے۔ آخر اشتراکی نظام (Communism) یونہی تو نہیں آ گیا تھا۔ It was not a bolt from the blue یہ سرمایہ داری کا ردِّ عمل تھا۔

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

اور اگر یہ ننگا کیپیٹل ازم اسی طرح جاری رہا تو پھر کسی اور رد عمل کو جنم دے گا۔ یوں اسی کی کوکھ سے کوئی اور anti thesis وجود میں آجائے گا۔ گویا انسان اس نظام کی تلاش میں ہے جو بایں الفاظ وہ کامل نظام ہے جو قرآن نے دیا ہے۔ اس اعتبار سے اس حامل قرآن اُمت کا دوسرا فرض یہ ہوگا کہ جہاں ایک طرف ایمان کے حقائق کا سائنٹیفک معلومات کے ساتھ ایک ربط و تعلق قائم کرے' وہاں دوسری طرف ان عمرانی علوم کا تجزیہ کرلے کہ ان میں غلط کیا ہے جس کو ان میں سے دور کرنا ضروری ہے۔ اور انسان نے ان علوم میں جو ترقی کی ہے ان میں جو بات آسمانی ہدایت کے مطابق ہے اسے لے لیا جائے' جو غلط ہے اسے چھوڑ دیا جائے۔ انجمن خدام القرآن انہی خطوط پر کام کر رہی ہے۔

ہم اور ہمارا کام

یہ کام میں نے ۱۹۶۵ء میں لاہور سے تن تنہا شروع کیا تھا۔ میں سات سال تک اس سفر میں تنہا تھا ؎

میں اکیلا ہی چلا تھا جانبِ منزل مگر
راہ رو ملتے گئے اور کارواں بنتا گیا!

سب سے پہلے "دارالاشاعت اسلامیہ" قائم ہوا۔ اُس وقت بھی میں اکیلا تھا۔ یہ وہ دَور تھا جب "ہے مشقِ سخن جاری اور چکی کی مشقّت بھی" کے مصداق میں اپنا profession بھی لے کر چل رہا تھا' نبضیں بھی دیکھ رہا تھا' نسخے بھی لکھ رہا تھا اور ساتھ ساتھ حلقہ ہائے مطالعہ قرآن بھی قائم ہو رہے تھے۔ پھر اس کے بعد مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور ۱۹۷۲ء میں قائم ہوئی۔ اس کے تحت پھر ہم نے قرآن اکیڈمی قائم کی۔ اسلئے کہ میری سمجھ میں یہ بات آئی کہ جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں کو قرآن کا طالب علم بنایا جائے۔ قرآن اکیڈمی کا یہ Concept میں نے ۱۹۶۷ء میں پیش کیا تھا۔ دس سال بعد ۱۹۷۷ء میں اس کا آغاز ہوا۔ یہاں اب تک ایم بی بی ایس' ایم ایس سی' ایم اے اور پی ایچ ڈی حضرات نے عربی پڑھی ہے' قرآن پڑھا ہے۔ ایک ٹیم تیار ہو چکی ہے جو اَب اسی نہج پر دعوت رجوع الی القرآن کے کام کو آگے چلا رہی ہے۔ اس ایک اکیڈمی سے جو ہم نے لاہور میں شروع کی تھی کئی اکیڈمیز قائم ہو چکی ہیں۔ جیسے حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ

© rasailojaraid.com

روئے ارضی کی کُل مسجدیں کعبہ کی بیٹیاں ہیں' اسی طریقہ سے یوں سمجھئے کہ اس اکیڈمی کے بطن سے جنم لے کر ایک اکیڈمی کراچی میں کام شروع کر چکی ہے' ایک ملتان میں قائم ہو چکی ہے اور ایک فیصل آباد میں ہے۔ بہرحال ایک کام یہ چل رہا ہے' جس میں ہم نے قرآن کالج بھی قائم کر لیا ہے۔ گریجویشن کے ساتھ ساتھ یہ کالج قرآن کی بنیادی تعلیم بھی فراہم کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ہم نے ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس بھی شروع کیا ہے کہ تعلیم یافتہ لوگ قرآن اور عربی سیکھ کر اس کام کو آگے بڑھائیں۔ باقی میرے دروس اور تقریروں کے کیسٹ اور ابلاغ کا جو بھی جدید سلسلہ ہے' اسے ہم قرآن کی حکمت عام کرنے کے لئے استعمال کر رہے ہیں۔ ضیاء الحق صاحب کے زمانہ میں پندرہ مہینے "الہدیٰ" کے نام سے ایک پروگرام ٹیلیویژن پر جاری رہا' اس سے تعارف بڑے وسیع حلقہ میں ہو گیا۔ بہرحال ہمارے جو بھی میسر ذرائع ہیں ہم انہیں بروئے کار لا کر اس کام میں لگ جائیں۔ اس کا اصل مقصد کیا ہے؟ وہی کہ جو Gap ہے دونوں علموں کے درمیان' ان کو قریب لانا' ان کو آپس میں جوڑ دینا' ان میں ثنویت کو ختم کر کے ان کے اندر توحید کا ایک رنگ پیدا کرنا۔

اور تیسری اور آخری بات میں عرض کروں گا' ہمارے لئے اس کام کے علاوہ سب سے بڑا چیلنج یہ ہے کہ اس نظام کو ایک حیاتیاتی اکائی (Organic Whole) کی حیثیت سے قائم کر کے اس کا ایک نمونہ دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔ اس کو قائم کرنے کے لئے ایک انقلابی جدوجہد کی ضرورت ہے۔ میں یہاں آپ حضرات سے پاکستانیوں کی حیثیت سے مخاطب ہوں' صرف بتا رہا ہوں' یہاں یہ باتیں کرنے کی نہیں ہیں۔ اور ظاہر بات ہے کہ یہاں پر باہر کے آئے ہوئے لوگ اور کوئی کام کر بھی نہیں سکتے۔ اُن کے اپنے مسائل ہیں' اپنی ذمہ داریاں ہیں۔ لیکن پاکستان جو اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا' اگرچہ وہ اپنی منزل کو بھول گیا' لیکن کوئی کوشش ہو کہ "کبھی بھولی ہوئی منزل بھی یاد آتی ہے راہی کو" کسی طرح سے اسے یاد آئے کہ یہی تھی وہ اصل منزل جس کے لئے اتنی جانیں قربان کی گئیں' اتنی عصمتیں لٹیں' اتنے بڑے پیمانے پر تبادلہ آبادی ہوا۔ بحیثیتِ اُمّتِ مسلمہ یہ ہماری Activity کا دوسرا پہلو ہے۔ چنانچہ تنظیم اسلامی کے نام سے اللہ نے ہمیں ایک انقلابی جماعت قائم کرنے کی توفیق بھی دی ہے' جو کوئی زیرِ زمین جماعت نہیں ہے' کھلم

© rasailojaraid.com

کھلا اس نظام کو قائم کرنے کی جدّوجُہد کر رہی ہے' اس لئے کہ محمدؐ رسول اللہ ﷺ ہمارے لئے ماڈل ہیں ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ آپ کا کوئی کام زیرِ زمین نہیں تھا' جو کام کیا سامنے کیا' کھل کر کیا۔ اگر کہا ہے کہ یہ بُت جو ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں تو ڈنکے کی چوٹ کہا ہے۔ اس جدوجہد میں تشدد جھیلا ہے' صعوبتیں برداشت کی ہیں۔ پھر جو بھی جدوجہد ہوئی ہے وہ خالص انسانی محنت' مشقت' قربانی اور جہد و کوشش پر مشتمل تھی' یہ کام معجزات سے نہیں ہوا۔ یہ بھی نوٹ کیجئے اگر معجزات ہوتے تو شاید مسلمانوں کا مزاج کچھ اور ہوتا۔ بنی اسرائیل معجزات کے عادی ہو گئے تھے' آگے سمندر آ گیا' پیچھے فرعون ہے' عصا کی ایک ضرب لگی سمندر پھٹ گیا' راستہ بن گیا' تو جب مرحلہ آیا جنگ کا تو انہوں نے کہا : ﴿يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ﴾ "اے موسیٰؑ! ہم تو وہاں کبھی نہیں جائیں گے جب تک وہ وہاں موجود ہیں' بس تم اور تمہارا رب دونوں جاؤ اور جنگ کرو' ہم تو یہاں بیٹھے ہیں"۔ حضورؐ کے ہاں یہ نہیں ہوا۔ حضور ﷺ نے قدم قدم پر اپنا خون پیش کیا ہے۔ آپؐ کا خون طائف میں بھی جذب ہوا ہے اور دامنِ اُحد میں بھی گرا ہے۔ دندانِ مبارک شہید ہوئے ہیں۔ حضرت حمزہؓ سمیت سینکڑوں صحابہ رضی اللہ عنہم نے جانیں دی ہیں۔ بہرحال وہ ایک خالص انسانی جدّوجُہد تھی۔

اس کے ضمن میں پاکستان میں اس نہج پر جدوجہد کرنے کے لئے ہم نے دینی جماعتوں کی بڑی خوشامدیں کی ہیں کہ اس الیکشن کے دھندے سے علیحدہ ہو جاؤ' اس سے کچھ نہیں ملے گا' یہ ہمارے جاگیرداروں کا کھیل ہے' ان کا والی بال یا فٹ بال کا میچ ہے' تم خواہ مخواہ کبھی اِدھر ہو کر کبھی اُدھر ہو کر اپنی عزت کا بھی دھیلہ کرواتے ہو اور اسلام کی عزت کو بھی بٹہ لگاتے ہو۔ آؤ باہر احتجاجی تحریک شروع کرو تاکہ پاکستان کی منزل نفاذِ اسلام کی طرف پیش رفت ہو سکے۔ بہرحال ہم نے تنظیم اسلامی کے تحت اس جدّوجُہد کا آغاز کر دیا ہے' جس کے سامنے نصب العین یہ ہے کہ اولاً ملک میں دین قائم کیا جائے اور بعد میں کُل روئے ارضی پر خلافت قائم کی جائے۔ وہ خلافت جو مسلمانوں کو مجتمع کر دے۔ آپ اس کام میں تعاون کیجئے' اس میں ہمارا ہاتھ بٹائیے' ہمارے دست و بازو بنیئے۔ یہ ہماری دینی ذمہ داری بھی ہے اور نجاتِ اخروی کا ذریعہ بھی۔

اقول قولی ھذا واستغفر اللہ لی ولکم ولسائر المُسلمین والمُسلمات○○

© rasailojaraid